کلمہ طیبہ کی حقیقت

واضح ہو کہ توحید کے چند نکتے اور ہدایت کے چند رموز و آثار بارگاہِ رسالت آنحضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاکسار کو بطور فیض روحانی حاصل ہوئے ہیں جن پر میرا کلی اعتماد اور پورا پورا اعتقاد ہے انہیں گوش ہوش سے سنو۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت خالدؓ، حضرت بلالؓ ، ودیگر اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب فرما کر رموز و اسرار حقیقت اور حقائق وہ فائق معرفت بیان فرما رہے تھے، لیکن امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اس مجلس شریف میں حاضر نہ تھے، ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز بیان ہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی مجلس مقدس میں آن حاضر ہوئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے زبان! اب بس کر دے، بعض صحابہ کو تعجب ہوا اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو یہ حقائق و معارف بتانا نہیں چاہتے۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور دیگر بعض مقربین بارگاہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ حضور! یہ کیا ماجرا ہے؟ آنجناب نے حقائق و معارف الٰہی دیگر تمام صحابہؓ کے سامنے بیان فرما دیئے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے وہ رموز و حقائق آپ نے چھپا لیئے ہیں۔

جناب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صاحبہ رضوان اللہ علیہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے رموز و اسرار باطنی کو چھپایا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ شیر خوار بچے کو اگر مرغن حلوا اور گوشت وغیرہ ثقیل غذا کھلائی جائے تو اسے مضر پڑتی ہے لیکن جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو کھانے پینے کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ کی باطنی استعداد و قابلیت کے موافق ان سے دیگر اسرار و معرفت بیان فرمانے لگے چنانچہ منزل جبروت و لاہوت کے حقائق و دقائق حضرت عمرؓ کو تلقین فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! **مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ لَا یَقُوْلُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّقُوْلُ اللّٰہُ مَا عَرَفَ اللّٰہ** یعنی جس شخص کو معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اس کو منہ سے اللہ اللہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو منہ سے اللہ اللہ کہتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اسے معرفت الٰہی نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسی معرفت ہے کہ بندہ اپنے مالک کا نام ہی نہ لے اور اس کی یاد کو ترک کر بیٹھے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشاد خداوندی ہے: **وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ** یعنی جہاں کہیں تم ہو وہیں خدائے تعالیٰ تمہارے ہمراہ ہے۔ پس اے عمرؓ جو شخص ہر وقت ہمراہ ہو اور کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہو اس کا یاد کرنا کیونکر ضروری ہے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ کہاں ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بندہ کے دل میں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ بندہ کا دل کہاں ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قالبِ انسان میں لیکن یاد رہے کہ دل دو قسم کا ہوتا ہے، ایک دلِ مجازی دوسرا دلِ حقیقی، اے عمر! حقیقی دل وہ ہے جو نہ داہنی جانب ہے نہ بائیں جانب نہ اوپر کی طرف ہے نہ نیچے کی طرف نہ دور ہے نہ نزدیک ہے لیکن اس حقیقی دل کی شناخت کوئی آسان کام نہیں ہے یہ محض ان مقربانِ الٰہی کا حصہ ہے جو حضورِ الٰہی میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں۔ کیونکہ مومن کا دل در حقیقت عرش اللہ جل جلالہ ہی ہوتا ہے۔ **وَ قَلْبَ الْمُؤْمِنُ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالیٰ** ۔ اور یہ قرب و حضور بجز صحبت مرشد کامل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کامل لوگ اور طالبان سوال و جواب نہیں کیا کرتے بلکہ وہ خاموش اور باادب رہتے ہیں۔

چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **قَلْبَ الْمُؤْمِنُ حَاضِرَۃٌ مِنْ ذِکْرَ الْخَفِیْ قَصْوَاَیِ اِنَّ**

مَقَامِیْ ذِکْرَ الْخَفِیْ فَھُوَ مَیِّت" ۔ مومن کے دل میں ذکرِ خفی ہر وقت موجود رہتا ہے۔لہٰذا اسے حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے اور مسلم کا دل خفی ذکر سے چونکہ غافل ہوتا ہے۔اس لیئے وہ درحقیقت مردہ شمار ہوتا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مومن عارفِ الٰہی ہوتا ہے اور عارف میں یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ خاموشی اور غمگینی کی حالت میں رہتا ہے اور مسلم زاہد اور خشک ہوتا ہے۔

اس کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لَیْسَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَجْتَمِعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُوْلُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** مومن وہ نہیں جو مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور زبانی طور پر **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کہتے ہیں۔اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) !ایسے کلمہ گو کو چہ حقیقت سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں یہ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں کیونکہ زبان سے تو کلمہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کا اقرار کرتے ہیں لیکن کلمہ کے اصل معنی سے ناواقف ہیں۔انہیں خاک بھی پتہ نہیں ہے کہ کلمہ سے اصل مقصود کیا چیز ہے؟ یعنی **لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه** تو کہہ لیتے ہیں لیکن ان کو کیا خبر کہ نیست سے کیا مراد ہے اور ہست سے کیا؟ ایسا شکی طور پر کلمہ کہنا شرک ہے اور شرک وشک عین کفر ہے ایسے کلمہ گو کافر کہلاتے ہیں کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلمہ میں کس کی نفی مراد ہے اور کس کا اثبات۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ پھر کلمہ طیبہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ جناب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے ذات وحدہٗ لاشریک کے دنیا میں کوئی موجود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر خدا ہیں، پس طالب الٰہی کو چاہیئے کہ اپنے دل میں غیر اللہ کا خیال تک بھی نہ آنے دے اور ذات خداوندی کو ہی ہر جگہ موجود سمجھے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔**فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ** یعنی جدھر دیکھو خداوند تعالیٰ کا ظہور ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جب سالک اپنی تمام صفات کو معدوم سمجھے اور صرف ذات الٰہی کو ہی موجود سمجھے اس وقت وہ سالک مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے اس مرتبے میں سالک کی حالت حدیث **مَنْ عَرَفَ رَبَّه' فَقَدْ کَلَّ لِسَانُه' وَ قَطِعَ اَرْجُلُه'** کا صحیح مصداق بن جاتی ہے یعنی جس شخص کو اپنے ربّ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ گونگا اور لنگڑا ہوگیا۔

مطلب یہ ہے کہ عارف کامل پر سکوت وسکون کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔کیونکہ آہ وزاری اور حرکات اضطرابی اسی وقت تک دامن گیر رہتے ہیں جب تک کہ مطلوب کا وصال حاصل نہیں ہوتا جب طالب کو مطلوب مل جائے تو لازمی امر ہے کہ جو آہ وفعال اور حرکات مضطربانہ طلب کی حالت میں اسے دامن گیر رہتے تھے۔ان سب کا سلسلہ ختم ہو کر اس کی حالت دِگرگون ہو جائے اور بجائے آہ وبکا اور قلق واضطرب کے اسے نہایت دل جمعی اور سکوت وسکون حاصل ہو جائے۔جبھی تو عارف کامل صحیح معنوں میں شہنشاہ ہو جاتا ہے اسے بجز ذات خداوندی کے نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی کا ڈر ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد باری ہے۔ **لَا خَوْف" عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا غم (مترجم)

عارف کامل کی حالت یادِ الٰہی سے بھی گزر جاتی ہے۔ اے عمر! یقین جانو کہ جب تک سالک غیر اللہ کا وجود تک بھی اپنے دل سے نہ نکال دے تب تک ایک قدم بھی منزل عرفان کی راہ پر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف کامل بن سکتا ہے۔کیونکہ یاد بھی ایک قسم کی دوئی ہے اور دوئی عارفین کے نزدیک عین کفر ہے یہ کلمہ طیب کی حقیقت ہے۔جب تک اس حقیقت تک نہ پہنچے اس وقت تک طالب سچا موحد نہیں بن سکتا اور اپنے دعویٰ موحدیت میں سراسر جھوٹا ہے (مترجم)

نماز کی حقیقت

نمازِ حقیقی کے متعلق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اے عمر (رضی اللہ عنہ)! لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی نمازِ حقیقی سے مومن کامل اور عارف الٰہی کو حضوری دائمی حاصل ہوتی ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نماز دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نماز علماء و فقہا ظاہری اور زاہدان خشک کی جو صرف قول و فعل تک ہی محدود ہوتی ہے اور اس سے وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کی رسائی بھی عالم ملکوت نفسانی تک محدود رہتی ہے دوسری نماز انبیاء اور اولیاء اور خلفاء کی جو حضور قلب سے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا ثمرہ وصال الٰہی ہے اور اس کی رسائی عالم جبروت رحمانی تک محدود ہوتی ہے۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! نماز حقیقی دراصل یہی رحمانی نماز ہے ورنہ نماز جو عوام الناس ظاہری طور پر بلا حضور قلب ادا کرتے ہیں۔ یہ نماز نفسانی ہے، رحمانی نہیں ہے۔

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً طَوِیْلَۃً فِی الْمَسْجِدِ وَزَیَّنَ الْبَدَنَ بِالْعِمَامَۃِ فِیْ نَاظِرِ الْخَلَائِقِ وَمَا کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِنْ عِجْزٍ فَھُوَ مَعْجُوْب" وَلَا صَلٰوۃَ وَلَا وِصَالَ جس کا مطلب یہ ہے کہ علماء ظاہر پرست اور صوفیان ریاکار خوب جبہ دستار باندھ کر ظاہری شان و شوکت اور ٹاٹھ بنا کر محض ریا کاری کی نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے نفس مغروری اور خود پسندی کی قصر مذلت میں گرے ہوئے ہوتے ہیں ان کی نماز کیا حقیقت رکھتی ہے کیونکہ یہ لوگ نفس کے بندے ہیں اور نفسانی آدمی دراصل شیطان بقالب انسان ہوتا ہے اور شیطان بالاتفاق کافر اور گمراہ ہے۔ پس نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایسے لوگ درحقیقت گمراہ اور کافر ہیں انہیں چاہیے کہ کسی مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو غرور نفسانیت کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کریں اور معرفت الٰہی سے معمور اور آباد بنائیں۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں انسان بن جائیں اور گمراہی سے نکل کر راہِ راست پر آجائیں۔ جب ہی ان کی نماز حقیقی نماز ہوگی اور یہی نماز بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے قابل قبول ہوگی اور خوش قسمتی سے ایسا حقیقی نمازی ہزاروں لاکھوں میں سے ایک آدھ بھی مل جائے تو اس کی خدمت و صحبت اکسیرِ احمر سے بدرجہا بہتر ہے۔ (مترجم)

یہ گمراہ دراصل بت پرست ہیں اور پھر تعجب ہے کہ یہ اپنی بت پرستی پر نازاں بھی ہیں اور لوگ بھی عجیب کور باطن اور نادان ہیں جو ایسے ریاکروں کو نمازی شمار کرتے ہیں ایسی بے حقیقت نماز سے کیا فائدہ؟

حدیث قدسی: اَلْاَ نْبِیَآءُ وَ الْاَوْلِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ دَآئِمُوْنَ یعنی انبیاءؑ اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حضور قلب سے نماز پڑھتے ہیں (یعنی نماز حقیقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صَلٰوۃُ الْاَ نْبِیَآءِ وَ الْاَوْلِیَآءِ حَبْسُ الْحَوَاسِ وَ عَدَدَ الْاَنْفَاسِ یعنی انبیاءؑ اور اولیاء کی نماز درحقیقت وہ نماز ہوتی ہے کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ہر وقت ہی ان کے حواس خمسہ غیر اللہ سے بند ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ایک سانس یادِ الٰہی میں گزرتا ہے وہ اپنے ایک ایک سانس کا خیال و شمار رکھتے ہیں کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے یہی لوگ دراصل نمازی ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! نماز حقیقی رحمانی ہیں اسی نماز سے پروردگار عالم کا وصال ہوتا ہے۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ہمیشہ ذکر خفی میں رہتے ہیں نبی الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا: ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ وَ ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَۃ" وَ ذِکْرُ الرُّوْحِ مُشَاھِدَۃ" وَ ذِکْرُ الْخَفِیِّ دَائِماً یعنی زبانی ذکر گویا لقلقہ ہے اور دلی ذکر ایک قسم کا وسوسہ ہے اور روحانی ذکر مشاہدۂ الٰہی کا موجب ہے اور ذکر خفی ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ذکر خفی اور نماز حقیقی ترک وجود ہے (عابدوں کی نماز سجدہ اور سجود پر مبنی ہے)

نماز زاہداں سجدہ سجود است　　　نمازِ عاشقاں ترک وجود است

یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی کو موجود نہ سمجھنا۔ غیر اللہ کا وجود دل سے بالکل نکال دینا۔

روزہ کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! روزہ کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو تمام دینی خواہشات سے بند رکھے کیونکہ خواہشات دینی (مثلاً خواہش بہشت وحور وغیرہ) عبد اور معبد کے درمیان حجاب (رکاوٹ) ہیں ان کے ہوتے ہوئے بندہ اپنے معبود حقیقی کا وصال حاصل نہیں کرسکتا اور خواہشات دنیوی (مثلاً خواہش جاہ ومال، خواہش نفسانی وغیرہ) تو سراسر شرک ہے۔ غیر اللہ کی طرف فکر وخیال کرنا۔ قیامت کا خوف بہشت کی ہوس اور آخرت کا فکر یہ سب روزہ حقیقی کو توڑنے والی چیزیں ہیں۔ روزہ حقیقی تب درست رہ سکتا ہے جب کہ انسان خدا کے سوا ہر چیز کو اپنے دل سے فراموش کردے یعنی غیر اللہ کا اسے مطلق علم نہ رہے اور ہر قسم کی امیدیں اور ہر طرح کا خوف اپنے دل سے نکال ڈالیے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رَغبتُ عمّا دُونَ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا دیدار مجھے مطلوب نہیں ہے روزہ حقیقی کا افطار صرف دیدارِ الٰہی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صُومُوا بِرُؤیَتِہٖ وَ اَفطِرُوا بِرُؤیَتِہٖ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! روزہ حقیقی کی ابتداء دیدار الٰہی سے ہوتی ہے اور انتہا بھی دیدارِ الٰہی پر ہوگی۔

اے عمر! روزہ حقیقی کی ابتداء اور انتہا بخوبی ذہن نشین کرلینی چاہیئے یعنی جاننا چاہیئے کہ روزہ حقیقی کس چیز سے رکھا جاتا ہے اور کس چیز پر افطار کیا جاتا ہے۔ سو واضح ہو کہ روزہ حقیقی کی ابتداء یہ ہے کہ انسان بتدریج معرفت الٰہی حاصل کرلے اور اس کی انتہا یعنی افطار یہ ہے کہ قیامت میں اسے دیدارِ الٰہی نصیب ہو۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ فَرحَۃٌ عِندَ الاِفطَارِ وَفَرحَۃٌ عِندَ لِقَاءِ رَبِّہٖ یعنی روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری دیدار الٰہی کے وقت۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! عوام کے روزے میں پہلے روزہ ہے اور آخر میں افطار لیکن حقیقی روزے میں اول افطار ہے اور آخر میں روزہ ہے۔ دیکھو مجذوب سالک جو کہ خدا رسیدہ ہیں، وہ ہمیشہ صائم (روزہ دار) رہتے ہیں۔ کسی وقت بھی ان کا افطار نہیں ہوتا کیونکہ روزہ حقیقی کیلئے افطار شرط نہیں کہ کبھی روزہ رکھو اور افطار کرو وہ ہمیشہ ہی روزہ دار رہتے ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تمام لوگ روزہ رکھتے ہیں جن میں کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقی روزہ نہیں بلکہ یہ روزہ مجازی ہے۔ فنا کے یہ معنی ہیں کہ اسرارِ الٰہی ان کو حاصل نہیں ہوئے، وہ زینت ظاہری میں مبتلا ہیں اور حقیقت سے بے بہرہ، لیکن اس مجازی روزے میں غیر اللہ کا ترک نہیں ہوتا اور تمام خطرات نفسانی وانسانی اس میں حائل ہوتے رہتے ہیں ایسے روزے داروں کے قول وفعل سب غیر اللہ ہیں ایسا روزہ یعنی مجازی ہرگز ہرگز حقیقی اور رحمانی نہیں ہوسکتا۔ اس ظاہری اور مجازی روزے سے بجز اس کے اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے کہ انسان روزہ رکھ کر ناداروں اور مفلسوں کی بھوک اور پیاس کا احساس کرسکے اور غریبوں اور مسکینوں کی امداد کرسکے اور اس کے سوائے اس ظاہری روزے سے اور کیا فائدہ متصور ہوسکتا ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ فریض بنیاد ہے کہ مَنْ لَا شَیخَ لَہٗ دِینَ لَہٗ وَمَنْ لَّا دِینَ لَہٗ لَا عِرفَانَ لَہٗ لَا حِزبَ لَہٗ وَمَنْ لَّا حِزبَ لَہٗ لَا اُنسَ لَہٗ وَمَنْ لَّا اُنسَ لَہٗ لَا مَولیٰ لَہٗ یعنی بے مرشد بے دین ہوتا ہے اور بے دین معرفت الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور معرفت الٰہی سے کورا ہے اس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہیں ہوتا اور جس کا کسی صحیح جماعت سے تعلق نہ ہو اس کا کوئی مونس وغمخوار نہیں ہوتا اور جس کا کوئی مونس وغمخوار نہ ہو اس کا کوئی دوست یار نہیں ہوتا۔

حدیث: اِنَّ اَولِیَآئِی تَحتَ قَبَآئِی لَا یَعرِفُھُم غَیرِی یعنی میرے اولیائے میری قبا کے نیچے ہیں ان کے مرتبے کو میں ہی جانتا ہوں اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سالکان غیر مجذوب بجز صحبت کامل مرشد کے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی اصلاحِ باطنی کے بغیر عالم جبروت تک ان کی رسائی ہوسکتی ہے وہ عالم ناسوت و ملکوت میں ہی بھٹکتے رہتے ہیں یہ لوگ شہوت پرست اور طالب شہرت ہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جو علماء فقہا اور سالکین غیر مجذوب ہیں اور وہ کسی مرشد کامل کے فیض صحبت سے مستفید نہیں ہوئے، وہ جذبۂ اسرارِ الٰہی سے بالکل بے خبر ہیں یہ لوگ دُنیوی زینت اور شہوت نفسانی کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ گویا وہ جبہ اور دستار اور صوفیائے کبار کے جامہ میں ملبوس ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی اندرونی حالت یہ ہوتی ہے کہ حرص ہوا دُنیوی اور خواہشات نفسانی میں گرفتار ہوتے ہیں، ان کا مقصود اس جامۂ فقیری سے خدا پرستی نہیں ہوتا بلکہ وہ سراسر طالب جاہ و مال ہوتے ہیں ان کا کلمہ اور نماز روزہ کیا حقیقت رکھتا ہے؟

جو شخص محقق سالکوں کے زمرے میں داخل ہو جائے اور معرفت الٰہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اس پر فرض اور لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ہستی اور خودی کو یکسر مٹا دے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیئے کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

جو لوگ اپنی خودی کو نہیں مٹاتے خواہ وہ صوفیانہ لباس میں ملبوس ہوں۔ لیکن وہ منزل عرفان میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ انسان معرفت الٰہی کی منزل تک اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہ اپنی خودی اور ہستی یکسر فراموش نہ کر دے اور محض ذاتِ الٰہی اس کا ہر دم، طلوب ہو۔

زکوٰۃ کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سنو۔ از روئے شریعت دوسو دینار میں سے پانچ دینار زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور اہل طریقت کے نزدیک دوسو دینار میں سے پانچ دینار اپنے پاس رکھنے چاہیئں۔ باقی سب کے سب کو زکوٰۃ میں صرف کر دینے لازم ہیں لیکن یاد رہے زکوٰۃ آزاد پر فرض ہے۔ غلام پر فرض نہیں ہے جب تک بندہ بندگی نفس سے نجات نہ پائے اس وقت تک آزادوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا اور جب آزاد ہی نہ ہوا تو اس پر زکوٰۃ کیونکر فرض ہوسکتی ہے۔ بندہ نفس کو سب سے پہلے بندگی نکس سے آزادی حاصل کرنی چاہیئے تا کہ وہ زکوٰۃ حقیقی ادا کرنے کے قابل بن جائے۔ نیز زکوٰۃ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے، دیوانہ و نابالغ پر فرض نہیں ہے، پس جس شخص پر غفلت و نفسانیت کا دیو سوار ہوا اور وہ ہمہ تن نفس و شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو۔ عارفان الٰہی کے نزدیک وہ عاقل و بالغ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ ایک نابالغ شیر خوار بچے کیا نند ہے اور اہل معرفت کے نزدیک وہ کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ حقیقی کیونکر فرض ہوسکتی ہے، پس سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ بندہ نفس کی بے شعوری سے نجات حاصل کرے تا کہ وہ معرفت الٰہی کی آزادی اور عقل سے سرفراز ہو کر حقیقی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل بن جائے۔

زکوٰۃ ظاہری جو شرعاً مال و دُنیوی پر فرض ہوتی ہے اس میں محض یہ حکمت ہے کہ امیر لوگ زکوٰۃ کے بہانے سے غریبوں اور مفلسوں کی مدد کر سکیں اور غرباء اپنے خورد و نوش کا انتظام سہولت آسانی سے کر سکیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! گنج حقیقی کی بجز عارفانِ الٰہی کے کسی کو خبر نہیں ہے، گنج حقیقی دراصل سرّ ربوبیت ہے اور عارفین کے دل اس سرّ ربوبیت کے گنجینے ہوتے ہیں ان عرفا پر فرض ہے کہ وہ اپنے گنجینۂ حقیقی میں سے اسرار الٰہی کی زکوٰۃ گمراہوں اور نادانوں کو عطا فرمادیں اور گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کی راہنمائی فرمادیں کیونکہ مستحق کو اس کا حق دینا عین زکوٰۃ ہے۔

حج کی حقیقت

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! یقین جانو کہ خانہ کعبہ انسان کا دل ہے چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "قَلۡبُ الۡاِنۡسَانِ بَیۡتُ الرَّحۡمٰنِ" یعنی انسان کا دل دراصل خانہ کعبہ ہے بلکہ فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "قَلۡبُ الۡمُؤۡمِنِ عَرۡشُ اللّٰہِ تَعَالٰی" یعنی مومن کا دل عرش الٰہی ہے پس کعبہ دل کا حج کرنا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۂ دل کا حج کس طرح کرنا چاہیئے؟ حضور علیہ صلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ انسان کا وجود بمنزلہ ایک چاردیواری کے ہے اگر اس چاردیوار میں سے شک و وہم غیر اللہ کا پردہ دور کر دیا جائے تو دل کے صحن میں خدا کی ذات کا جلوہ نظر آئے گا۔ حج کعبہ کا یہی مقصد ہے۔

نیز ایسا حقیقی حج کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ انسان اپنی خودہستی کو اس طرح مٹا دے کہ ہستی کا ذرہ بھر بھی باقی نہ رہے حتیٰ کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دل صفات الٰہی سے متصف ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور اپنی ہستی کو فنا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبوب حقیقی یعنی خدا تعالیٰ پر عاشق ہونے سے جو شخص عاشق الٰہی ہو گیا وہ فنائی اللہ ہو گیا اور جو فنائی اللہ ہو گیا وہ ذات حق کا مظہر ہو گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضرت! دِل کو خانہ خدا اور عرش الٰہی کیوں قرار دیا ہے؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشاد باری ہے "وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ" یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! میں تمہارے اندر ہی ہوں۔ پھر مجھے کیوں نہیں دیکھتے؟

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! رہنے کی جگہ کو گھر کہتے ہیں چونکہ خدا تعالیٰ دل میں رہتا ہے لہٰذا خانہ خدا اور عرش الٰہی قرار دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس خاک کے پتلے میں بولنے والا، سننے والا، اور دیکھنے والا کون ہے اور کیسا ہے؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہی (خدا) بولنے والا ہے وہی سننے والا ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ پرسید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ذات خاص حضرت چہ باشد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود۔ (اَنَا اَحۡمَدۡ" بِلَا مِیۡم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت کعبۂ دِل کا حج کون ادا کرتا ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ خود ذاتِ خداوندی یعنی جب بندگی نفس کا پردہ دور کر دیتا ہے اور معبد و معبود کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو وہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ذات الٰہی کی سمائی ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ کا بندے کے دل میں سمانا ہی کعبۂ دل کا حج (حج حقیقی) ہے۔

حضرت عمر نے پھر سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سب کچھ اسی ذات مقدس کا ظہور ہے تو پھر یہ رہنمائی کس کو اور کیونکر ہے؟ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خود ہی رہنما ہے اور خود اپنی ہی رہنمائی کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر یہ گوناگوں نقش و نگار کیوں ہیں؟

پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ رہنمائی کی مثال سوداگری کی سی ہے کہ جس چیز کا کوئی گاہک ہو سوداگر اس کو وہی چیز دیتا ہے گیہوں کے خریدار کو جو ہرگز نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی جو کے خریدار کو گیہوں دیئے جاتے ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے اطباء یعنی جس طرح طبیب مریض کی طبیعت اور مرض کے موافق دوا دیتا ہے اور اسی موافق طبع دوا کے اس مرض کو شفا حاصل ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر بھی روحانی

ایمانداروں کو ان کی باطنی استعداد اور روحانی مرض کے موافق دوائے معرفت عطا فرماتے ہیں جس کی بدولت مریض روحانی شفائے کلی پا کر عارفِ الٰہی بن جاتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! سالکان طریق چار گروہوں میں منقسم ہیں اور ان چار گروہوں میں بلحاظ مراتب واستعداد باطنی زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پہلا گروہ عوام العالم میں عام مسلمانوں کا ہے یہ لوگ ارباب ظاہر کہلاتے ہیں اور راہِ شریعت پر چلنے والے ہیں، عشق الٰہی کی چار سیڑھیوں میں سے پہلی سیڑھی پر اہل شرع گامزن ہوتے ہیں، لیکن اگر اسی سیڑھی پر رہیں، معرفت الٰہی کی اگلی سیڑھیوں پر چلنے کو کوشش نہ کریں حتیٰ کہ ان کی عمر ختم ہو جائے تو یہ لوگ دین و دنیا سے محروم اور ظاہر پرست ہو کر مر جاتے ہیں یہ گروہ اہل شریعت کہلاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم　　　نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دوسرا گروہ وہ عوام الخاص کا ہے ان لوگوں میں یہاں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ عوام کا بھی اور خاص کا بھی، یہ گروہ روحانیت کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے لیکن چونکہ رموز باطنی سے بے بہرہ ہوتے ہیں کبھی دنیا کے طالب ہوتے ہیں کبھی دین کے طالب، لہٰذا ان کی باطنی آنکھیں نور باطنی سے پورے طور پر منور نہیں ہوتیں اس گروہ کو اہل طریقت کہتے ہیں۔

تیسرا گروہ وہ خالص الخاص کا ہے انہیں اہل معرفت بولتے ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ہدایت رہنمائی طالب استعداد اور جنس کے موافق ہوا کرتی ہے، یہ اسرار الٰہی کی نعمتِ عظمٰی نا اہل عوام الناس کی نہیں دے جاتی کیونکہ ان کو ایسی نعمت دے دینا اس نعمت کی ناقدر شناسی ہے نیز چونکہ وہ اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ذاتِ رحمان کیا ہے؟ اور دیگر اشیاء کیا ہے؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمام اشیاء مظہر الٰہی ہیں۔ درحقیقت سب ایک ہی ہیں، ظہور کی صفات مختلف ہیں جیسا کہ مطلب ایک ہوتا ہے اور اس کو مختلف عبارتوں سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح ذات ایک ہی ہے لیکن اس کے مظاہر مختلف ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْط" یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے لیکن انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر شرف و بزرگی حاصل ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ یعنی خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب انسان اشرف المخلوقات ٹھہرا تو پھر اس میں خاص و عام اور کافر مسلمان ہونے کا کیا باعث؟ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے

نیز ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ یعنی ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے، موت دراصل اس حدیث کی مصداق ہونی چاہیئے کہ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ" يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ یعنی موت ایک پل ہے جس کو طالب مولیٰ عبور کر کے واصل الٰہی ہو جاتا ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! پنج بنائے اسلام کی حقیقت جو مومنیت کا درجہ ہے جو مفصل بیان کر دیا ہے، فی الحال تمہارے لیئے کافی ہے جب تو اس سے آگے انتہائے کمال کی طرف بڑھنا چاہے گا تو جمیع صفات و اسرار خود تمہارے اندر موجود ہیں کیونکہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ کو پہچانا۔

اے میرے ہم راز قطب الدین! یہ نکات پوشیدہ اور راز مخفی تھے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلیفہ اپنے ہم راز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائے تھے، تم کو لکھ دیئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تم ان نکات پر اعتبار اور اقرار کرو گے، ہمیں کج فہم یعنی علمائے ظاہری سے کچھ سروکار

نہیں، ان کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ **لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ** اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی، یہی ہر مسلمان کا اعتقاد ہے اور اسی پر ایمان ہے۔

اسرارِ اوّل مکتوب (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میرے ولی محبّ میرے قلبی دوست میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں کی سعادت عطا فرمائے۔

بندۂ مسکین معین الدین کی طرف سے سلام مسنونہ کے بعد واضح ولائح ہو کہ جو اسرارِ الٰہی کے چند ایک نکات میں لکھتا ہوں۔ یہ اپنے سچے مریدوں اور حق کے طالبوں کو سکھا دینا۔ تا کہ وہ غلطی میں نہ پڑیں۔

عزیز من! جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے۔ وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔ جس نے ابھی تک نہیں پہچانا۔ وہ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرا یہ کہ حرص وہوا کو ترک کرو۔ جس نے حرص وہوا کو ترک کیا۔ اس نے مقصود حاصل کر لیا۔

چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ **وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى** ۔۳۰ نزعت (۴۰) وہ جس شخص نے اپنے نفس کو خواہشات سے روک رکھا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔ جس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے پھیر دیا ہے۔ اسے کثرت شہوات کے کفن میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا ہے۔

ایک روز سلطان العارفین خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جس نے مجھ سے پوچھا۔ بایزید کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا جو تو چاہتا ہے، خطاب ہوا۔ کہ اچھا جس طرح تو میرا ہے۔ اسی طرح میں تیرا ہوں۔

پس اگر تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کر دو۔ پھر زانوئے محبت کے بل بیٹھ جاؤ۔ اگر تم نے یہ کام کر لیا۔ تو سمجھو کہ بس تصوف کے عالم ہو گئے۔ طالب حق کو یہ بات جان ودِل سے بجالانی چاہیئے۔ انشاء اللہ ایسا کرنے سے وہ شر شیطانی سے نجات پائے گا۔ اور دونوں جہان کی مرادیں حاصل کرے گا۔

ایک روز میرے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ معین الدین! کیا تجھے معلوم ہے کہ صاحبِ حضور کسے کہتے ہیں؟ دیکھو صاحبِ حضور وہ ہے کہ ہر وقت مقامِ عبودیت میں ہو اور ہر ایک واقع کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے اور تمام عبادتوں کا مقصد یہی ہے، جسے یہ حاصل ہے، وہ جہان کا بادشاہ ہے، بلکہ جہان کا بادشاہ اس کا محتاج ہے۔

ایک روز میرے شیخ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ بعض درویش جو کہتے ہیں کہ جب طالب کمال حاصل کر لیتا ہے تو اسے گھبراہٹ رہتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کہتے ہیں کہ عبادت کرنا بھی اس کے لیے ضروری نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جناب سرور کائنات ﷺ ہمیشہ عبادت بندگی اور عبودیت میں سربسجود رہے۔ باوجود کمال بندگی کے آخر یہ فرمایا کرتے تھے۔ **ما عبد ناك حق عبادتك** (ہم نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جیسا کہ حق تھا) یعنی کماحقہ تیری عبادت نہیں کر سکتے اور نہایت عاجزی سے وردزبان تھا۔ **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ** ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ محمد ﷺ اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے

پس یقین جانو کہ جب عارف کمال کا درجہ حاصل کرتا ہے، تو اس وقت کمال درجہ کی ریاضت جس سے مراد نماز ہے۔ نہایت صدقِ دِل سے ادا کرتا ہے۔ اسی سے حضوری وآگاہی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اخص الخاص معراج یہی نماز ہے۔ جبکہ کوئی شخص یہ معلوم کر کے صدق سے کام لیتا ہے تو اسے ایسی پیاس محسوس ہوتی ہے۔ گویا اس نے آگ کے کئی پیالے پی رکھے ہیں۔ جوں جوں ایسے پیالے پیئے گا۔ پیاس غلبہ کرتی جائے گی، اس واسطے کو

جمال ناممتناہی کی انتہانہیں۔اس وقت اس کا سکون بے سکونی اور آرام بے آرامی ہوجاتی ہے۔تاوقتیکہ لقائے الٰہی سے مشرف نہ ہوجائے۔والسلام۔

اسرارِ دوم مکتوب (۲)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

''دردمند طالب شوق دیدارِ الٰہی کے اشتیاق کے آرزومند درویش جفاکش میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی، اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں آپ کوسعادت نصیب کرے''۔

سلام مسنونہ کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز حضرت عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں خواجہ نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صغرائے خواجہ محمد تارک رحمۃ اللہ علیہ اور یہ خاکسار حاضر تھے۔کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر خواجہ صاحب سے پوچھا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کو قرب الٰہی حاصل ہوا ہے؟ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے۔یقین جانو جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے۔اس کیلئے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے۔

پھر آب دیدہ ہوکر فرمایا۔کہ ایک شخص کے ہاں ایک صاحب وقت کے لونڈی تھی، جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتی اور شکر حق بجالاتی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی کہ ''پروردگار! میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں، مجھے اب اپنے سے دور نہ رکھنا'' اس لونڈی کے آقا نے یہ ماجرا سن کر اس سے پوچھا، تمہیں کس طرح معلوم ہے کہ تمہیں قرب الٰہی حاصل ہے؟ کہا صاحب مجھے یوں معلوم ہے کہ مجھے آدھی رات کے وقت جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے اس واسطے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب حاصل ہے۔آقا نے کہا لونڈی! جاؤ میں نے تمہیں اللہ جل جلالہ کیلئے آزاد کیا۔

پس انسان کو دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے، تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کے دفتر میں درج ہوجائے اور نفس وشیطان کی قید سے بچ جائے ۔والسلام

اسرارِ سوم مکتوب (۳)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَللّٰہُ الصَّمَدُ کے اسرار سے واقف **لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ** کے انوار کے ماہر، میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی۔اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج زیادہ کرے۔اور انس ومحبت بھرا اسلام ہو مقصود یہ کہ تادم تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دارین عطا فرمائے

بھائی جان! میرے شیخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سوائے اہل معرفت کے اور کسی کو عشق کے رموزات سے واقف نہیں کرنا چاہیئے۔خواجہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ میگوئی نے آنجناب سے پوچھا کہ اہل معرفت کو کیسے پہچان سکتے ہیں۔تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل معرفت کی علامت ترک ہے، یقین جانو کہ جس میں ترک ہوگی اہل معرفت ہے اور اسے خداشناسی حاصل ہے اور جس میں ترک نہیں، اس میں معرفت حق کی بو بھی نہیں۔یہ اچھی طرح یقین کرلو۔کہ کلمہ شہادت اور نفی اثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔مال ومرتبہ بڑے بھاری بت ہیں اور انہوں نے بہت لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کررہے ہیں۔یہ معبود خلائق بن رہے ہیں۔بہت لوگ جاہ ومال کی پرستش کرتے ہیں۔

پس جس نے مال وجاہ کی محبت کو دل سے نکال دیا، اس نے گویا پوری نفی کر دی اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی، اس نے پورا پورا اثبات کر لیا اور یہ بات لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے، پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا، اسے خداشناسی حاصل نہیں ہوئی۔ والسلام

اسرارِ چہارم مکتوب (۴)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

حقائق و معارف سے واقف۔ ربّ العارفین کے عاشق میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی واضح رہے کہ انسانوں میں سب سے دانا وہ فقرا ہیں۔ جنہوں نے درویشی اور نامرادی کو اختیار کر رکھا ہے، کیونکہ ہر ایک مراد میں نامرادی ہے اور نامرادی میں مراد ہے۔ برخلاف اس کے اہل غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے، پس دانا وہی ہے کہ جب کسی دنیاوی مراد کا اسے خیال آئے، اسے فوراً ترک کر کے نامرادی اور فقر کو اختیار کر لے۔ اپنی مراد کو چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کر لے۔

پس مرد کو حق تعالیٰ سے وابستگی لازم ہے۔ جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا، اگر اللہ تعالیٰ اسے آنکھ دے تو ہر راہ میں سوائے اس کے چہرے کے اور کچھ نہ دیکھے اور دونوں جہاں میں جس کی طرف نگاہ کرے اس میں اسی کی حقیقت کو دیکھے، دینداری اور آنکھ حاصل کر کیونکہ اگر غور سے دیکھو تو خاک کا ہر ایک ذرہّ جامِ جہاں نما ہے، سوائے ظاہری ملاپ کے شوق کے اور کیا لکھوں۔ والسلام

اسرارِ پنجم مکتوب (۵)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

واصلوں کے برگزیدہ، ربِّ العالمین کے عاشق، میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (معبود حقیقی کی پناہ میں ہو کر شاد کام رہیں)

ایک روز یہ دعا گو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا، شیخ صاحب میں نے مختلف علوم حاصل کیئے۔ بہت زہد کیا، لیکن مقصد نہیں پایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تمہیں صرف ایک بات پر عمل کرنا چاہیئے۔ عالم بھی ہو جاؤ گے اور زاہد بھی وہ یہ کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تَركُ الدُّنيا رَاس" كُلِّ عِبادَةٍ وَحُبُّ الدُّنيا رَاس" كُلِّ خَطِيئَةٍ ۔ دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔

اگر تم حدیث پر عمل کرو، تو پھر تمہیں کسی اور علم کی ضرورت نہ رہے، یعنی العلم نکتہ گو علم ایک ہی نقطہ ہے لیکن اس کا کہہ لینا آسان ہے۔ مگر اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ پس یقین جانو کہ ترک اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک محبت بدرجہ کمال نہ ہو اور محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ ہدایت کرے، حق تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا۔

پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا لحاظ کر کے اپنے وقت عزیز و شریف کو دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے میں ضائع نہ کرے۔ بلکہ وقت کو غنیمت سمجھ کر فقر و فاقہ میں عمر بسر کرے۔ عجز و زاری سے پیش آئے، گناہوں کی شرمندگی کے مارے سر نہ اٹھائے ہر حالت میں عاجزی اور تضرع سے پیش آئے، کیونکہ انس، بندگی اور عبادت اور سب سے اچھا کام یہی عجز و نیاز ہے۔

بعدازاں اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی، کہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید تھے، ایک روز شیخ صاحب نے پوچھا۔ کتنے عرصے سے تم میری محبت وخدمت میں سرگرم ہو اور میری باتیں سنتے آئے ہو؟ عرض کیا تیس سال سے پوچھا۔ پھر اس عرصے کیا کچھ حاصل کیا اور کیا کچھ فائدہ اٹھایا؟ عرض کیا آٹھ فائدے حاصل کئے، پوچھا کیا اس سے پہلے یہ فائدے حاصل نہ تھے؟ عرض کیا شیخ صاحب اگر آپ سچ پوچھتے ہیں، تو ان سے زیادہ کی اب مجھے ضرورت بھی نہیں۔ فرمایا۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ**۔ حاتم! میں نے ساری عمر تیرے کام میں صرف کر دی۔ میں نہیں چاہتا کہ تو اس سے زیادہ حاصل کرے، عرض کیا میرے لیئے اتنا ہی علم کافی ہے، کیونکہ دونوں جہان کی نجات ان فائدوں میں آجاتی ہے، فرمایا۔ اچھا انہیں بیان کرو؟

عرض کیا۔ استاد صاحب!

(1) میں نے خلقت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک شخص نے کسی نہ کسی کو اپنا محبوب ومعشوق قرار دیئے رکھا ہے، وہ محبوب ومعشوق اس قسم کے ہیں کہ بعض مرض موت تک اس کے ساتھ رہتے ہیں، بعض مرنے تک، بعض لب گور تک اس کے بعد کوئی بھی ساتھ نہیں جاتا۔ کوئی ایسا نہیں کہ انسان کے ساتھ قبر میں جا کر اس کا غمخوار اور کا چراغ ہو، قیامت کی منزلیں طے کرائے، مجھے معلوم ہوا کہ ان صفات سے متصف محبوب صرف اعمالِ صالحہ ہیں، سو میں نے انہیں اپنا محبوب بنایا اور انہیں اپنے لئے حجت اختیار کیا، تا کہ قبر میں بھی میری غمخواری کریں، میرے لیے چراغ ہوں اور ہر ایک منزل میں میرے ساتھ رہیں اور مجھے چھوڑ نہ جائیں۔ خواجہ شفیقؒ نے فرمایا حاتم! تو نے بہت اچھا کیا۔

(2) میں نے لوگوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب کے سب حرص وہوا کے پیرو بنے ہوئے ہیں اور نفس کے کہنے پر چلتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا، ۳۰ نزعٰت (۴۰) **وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ۝** اور جو اپنے رب جل جلالہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور (اپنے) نفس کو روکتا رہا ہوگا۔ (۴۱) **فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی** یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نفس کو خواہشات سے روکا، اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔ تو یقین ہو گیا کہ قرآن شریف سچا ہے اس لئے میں نفس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور اسے مجاہدہ کی کٹھالی پر رکھ دیا۔ اس کی آرزو بھی پوری نہ کی، صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مجھے آرام حاصل ہوتا رہا۔ خواجہ شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے تو نے کہا خوب کہا اور اچھا کیا۔

(3) تیسرا فائدہ یہ کہ جب میں نے لوگوں کے حالات کا مشاہدہ غور سے کیا کہ ہر شخص دنیا کہ لئے کوشش کرتا ہے، رنج ومصیبت برداشت کرتا ہے، تب کہیں دنیاوی حکام سے کچھ حاصل ہوتا ہے اور پھر اس پر بڑا خوش وخرم رہتا ہے، بعد ازاں میں نے اس آیت پر غور کیا۔ (۱۴) نحل آیت (۹۶) **مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ** جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے تو جو کچھ میں نے جمع کیا تھا سب راہ خدا میں صرف کر دیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تا کہ بارگاہِ الٰہی میں باقی رہے اور آخرت میں میرا توشہ اور بدرقہ بنے۔ خواجہ شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا ہے۔

(4) میں نے خلقت کے حالات کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے آدمی کا عز وشرف اور اس کی بزرگی کثرت اقوام کو سمجھ رکھا ہے اور اس پر وہ فخر کرتے ہیں بعض نے سمجھ رکھا ہے کہ مال واولاد پر عزت کا انحصار ہے اور اس کا مایہ فخر خیال کرتے ہیں۔ بعد ازاں میں نے اس آیت کریمہ پر خیال کیا۔ (۲۶) الحجرات (۱۳) **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ** ۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑھ کر وہی معزز سمجھا جائے گا، جو سب سے زیادہ متقی ہوگا ، تو معلوم ہوا کہ بس یہی ٹھیک اور حق ہے اور جو کچھ لوگوں نے خیال کر رکھا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ سو میں نے تقویٰ اختیار کیا، تا کہ میں بھی بارگاہِ الٰہی کا مکرم بن جاؤں۔ خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو نے بہت اچھا کیا۔

(5) میں نے جب لوگوں کے حالات کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو محض حسد کی وجہ سے برائی سے یاد کرتے ہیں اور حسد بھی مال مرتبے اور علم کا کرتے ہیں، پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

(۲۵) زخرف (۳۲) نَحنُ قَسَمنَا بَینَهُم مَعِیشَتَهُم فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا۔ ہم نے ان میں دنیاوی زندگی کے لئے روزی وغیرہ تقسیم کی'' تو جب ازل میں ان کے حصے یہ چیز آچکی ہے اور کسی کا اس میں اختیار نہیں۔ تو پھر حسد بے فائدہ ہے۔ تب سے میں نے حسد کرنا چھوڑ دیا ہے اور ہر ایک سے صلح اختیار کی۔ خواجہ شفیق الرحمۃ نے فرمایا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔

(6) جب دنیا کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض آپس میں دشمنی رکھتے ہیں اور کسی خاص کام کے لئے ایک دوسرے سے لاگ بازی کرتے ہیں۔ پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔ (۱۸) عراف (۲۲) اِنَّ الشَّیطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِینٌ''۔ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بالکل سچا ہے۔ واقعی ہمارا دشمن شیطان ہے، شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، تب سے میں صرف شیطان کو اپنا دشمن جانتا ہوں۔ نہ اس کی پیروی کرتا ہوں نہ فرمانبرداری۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہوں۔ اس کی بندگی کرتا ہوں اور ٹھیک بھی یہی ہے۔ چنانچہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: (۲۳) یٰسین (۶۱) اَلَم اَعهَد اِلَیکُم یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اَن لَّا تَعبُدُ الشَّیطٰنَ ج اِنَّهٗ لَکُم عَدُوٌّ مُّبِینٌ'' o وَّاَنِ اعبُدُونِی ط هٰذَا صِرَاطٌ'' مُّستَقِیمٌ'' اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا، کہ تم شیطان کی پیروی و پرستش نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، اگر تم میری پرستش کرو تو یہ سیدھی راہ ہے۔

خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ تم نے بہت خوب کیا۔

(7) میں نے خلقت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی روزی ومعاش کے لیے سرتوڑ کوشش کرتا ہے اور اسی وجہ سے حرام وشبہ میں پڑتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے، پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔

(۱۲)۔ ھود (۶) وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزقُهَا ط روئے زمین پر کوئی ایسا حیوان نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو''۔ تو سمجھ گیا کہ اس کا فرمان حق ہے۔ میں بھی ایک حیوان ہوں، تب سے میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مشغول ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری روزی وہ بالضرور پہنچائے گا، کیونکہ وہ خود اس بات کا ضامن ہے۔ خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا، تو نے بہت اچھا کیا، اب آٹھواں فائدہ بیان کر عرض کیا۔

(8) میں نے خلق خدا کو غور سے دیکھا، تو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ ہے۔ بعض کو سونے چاندی پر بعض کو ملک ومال پر۔ پھر میں نے اس آیت کو غور سے دیکھا۔ (۲۸) طلاق (۳) وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسبُهٗ ط جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے تب سے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، وہ مجھے کافی ہے اور میرا عمدہ وکیل ہے۔ خواجہ شفیق علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ حاتم! اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں پر عمل کی توفیق دے۔

میں نے توریت۔ انجیل۔ زبور۔ فرقان کا غور سے مطالعہ کیا۔ تو ان چاروں کتابوں سے یہی آٹھ باتیں حاصل ہوئیں۔ جو ان پر عمل کرتا ہے گویا ان چاروں کتابوں پر عمل کرتا ہے۔ اس حکایت سے تجھے معلوم ہو گیا۔ کہ زیادہ علم کی ضرورت نہیں۔ عمل کی ضرورت ہے۔ والسلام

اسرارِ ششم مکتوب (۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخزنِ اسرار یزدانی ۔ معدنِ فیوضات سبحانی ۔ میرے بھائی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی ۔اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے ۔

ایک روز میرے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی واثبات کے کلمے کی بابت کیا ہی اچھا فرمایا۔ کہ نفی اپنے آپ کو نہ دیکھنا ہے اور اثبات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو دیکھنا ہے۔کیونکہ خود بین خدا بین نہیں ہوسکتا۔پس نفی کرنے والا ہونا چاہیئے ، ورنہ نفی کا کچھ فائدہ نہیں ۔اگر یہ خیال کریں کہ ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے تو مطلب حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ کلمہ شہادت ،نماز ، روزہ وغیرہ کی صورت بھی ہے اور حقیقت بھی ان کے حقائق کو چھوڑ کر صرف ظاہری صورتوں پر قناعت کر لینا فضول ہے۔وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو ان کے حقائق تک نہیں پہنچتا۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔سالک ابتداء میں نابینا ہوتا ہے جب حق تعالیٰ کی طرف سے اسے بینائی حاصل ہوجاتی ہے تو پھر اس سے دیکھتا اور سنتا ہے۔اپنے آپ کو فراموش کر دیتا ہے، جب ایسی حالت ہوجائے تو واصل اور ہمیشہ کیلئے زندہ ہوجاتا ہے۔زیادہ والسلام۔

اِسرارِ ہفتم مکتوب (۷)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

’’عارف معارف، حق آگاہ، عاشق اللہ میرے بھائی خواجہ قطب الدین اوشی اللہ تعالیٰ آپ کے فقر کو زیادہ کرے، دعا گو کی طرف سے انس آمیز سلام کے بعد مکشوف رائے معرفت پیرائے ہو‘‘

عزیز من ! اپنے مریدوں کو ضرور بتا دینا کہ فقیر و مرشد کامل سے کیا مراد ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور یہ کیونکر پہچانا جاتا ہے ۔

مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے: اَلْفَقْرُ مَا لَا یَحْتَاجُ اِلٰی کُلِّ شَیْءٍ ’’فقیر اس شخص کو کہتے ہیں۔جو تمام ضروریات سے فارغ ہو اور اس کے باقی رہنے والے چہرہ کے اور کسی چیز کا طالب نہ ہو، چونکہ تمام موجدات اس کے باقی رہنے والے چہرے کا آئینہ اور مظہر ہے۔اس واسطے وہ ان سے اپنا مقصود دیکھتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ کامل فقیر اسے کہتے ہیں۔ کہ جس کے دل سے سوائے حق کے سب کچھ دور ہو۔اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اس کا مقصود یا مطلوب نہ ہو۔جب ماسوائے اللہ دل سے دور ہو جاتا ہے۔مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔پس طالب کو ہمیشہ مطلوب و مقصود کے درپے رہنا چاہیئے۔

اب یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ مطلوب و مقصود کیا ہے۔

سو واضح رہے کہ مقصود یہی درد و سوز ہے۔خواہ حقیقی ہو یا مجازی۔ یہاں سوز مجازی سے ابتدائے شریعت کے احکام ہیں ۔ والسلام

ختم شد

مقصد حیات

لَآ اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ کے 12 حروف ہیں محمد رسول اللہ کے بھی 12 حروف ہیں کلمہ طیب کے 24 حروف ہیں، وقت کے 24 گھنٹے ہیں۔جس نے جب بھی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا تو اللہ جل جلالہ نے اس کے سب گناہ معاف کر دیئے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ میں اسم اللہ جل جلالہ ہے اور محمد رسول اللہ (ﷺ) میں اسم محمد (ﷺ) ہے کلمہ میں دو ہی محبتیں ہیں، محبت اللہ جل جلالہ اور محبت رسول ﷺ ، دو ہی قرب ہیں۔قربِ اللہ جل جلالہ اور قربِ رسول (ﷺ)۔دو ہی اطاعتیں ہیں، اطاعتِ اللہ جل جلالہ اور اطاعت محمد رسول اللہ (ﷺ) اور دو ہی ذکر ہیں ذکر اللہ جل جلالہ اور ذکر رسول اللہ (ﷺ)۔کلمے ہی سے ایمان ہے اور کلمہ ہی افضل ذکر ہے، کلمہ ہی حقیقت ہے اور کلمہ سے ہی حاصل مقصود ہے۔کلمہ میں ایک بنانے والا اللہ جل جلالہ ہے اور ایک بننے والا محمد (ﷺ) ہے۔ایک رب العالمین ہے اور دوسرا رحمت العالمین۔جس جس عالم میں ربوبیت ہے وہاں وہاں رسول (ﷺ) رحمت ہیں۔کلام پاک میں ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَتَ الْعٰالَمِيْنَ کلمے کی نسبت سے انسان کیلئے پانچ مقام ہیں۔

1۔ ''دنیا'' : اسکا بہترین طریقے سے گذرنا ، کھانا پینا ، پہننا اور رہنا۔غربت اسلام کا نام نہیں ۔ جب بار بار اللہ جل جلالہ فرماتا ہے وَ اَقِيْمُوْالصَّلٰوةَ وَاٰ تُواالزَّكٰوةَ (نماز قائم کرو اور زکواۃ دو) اللہ جل جلالہ نے اگر انسان کو غریب رکھنا ہوتا تو اس کو زکٰوۃ دینے کا حکم بار بار نہ فرماتا۔ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ جو بندہ تین بار نماز فجر کے بعد اور تین بار نماز مغرب کے بعد اس طرح کہتا ہے ''اے اللہ جل جلالہ نبی کریم ﷺ کی امت کو بخش دے۔نبی کریم ﷺ کی امت پر رحم فرما اور نبی کریم ﷺ کی امت کا رزق کشادہ فرما۔تو اللہ جل جلالہ اس شخص کی بخشش اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

اتباع رسول ﷺ۔ رسول ﷺ پر خوب تر درود سلام بھیجنا۔سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہونا۔آپ ﷺ اس طرح فرماتے ہیں ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا''۔

2۔ ''نزاع'' : ظاہری دنیا میں انسان کو علم نہیں دیا گیا کہ وہ ولّی ہے یا کہ نہیں۔اس کا بھید نزاع میں ہی کھلتا ہے۔۳۰ سورت فجر (۲۷) اے اطمینان والی روح (۲۸) تو لوٹ جا اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (۲۹) پس داخل ہو جا میرے بندوں میں (۳۰) اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

اگر اچھا پیغام ملا تو خوش قسمتی ورنہ بد بختی۔سورۃ یوسف میں بیان ہے کہ جب یوسف علیہ سلام گذرے اور مائی زلیخا کی سہیلیاں پھل کاٹ رہی تھیں تو انہوں نے کہا حاشاءللّٰہ۔یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے۔ پھل کاٹتے ہوئے انگلیاں کٹ گئیں پتہ نہیں چلا۔(ترجمہ قرآن پاک) اس کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے آسانی نزاع کیلئے رب باری تعالٰی سے التجا کرتے رہیں۔ ''اے اللہ جل جلالہ تجھے حسن یوسف کا واسطہ جب نزاع کا وقت ہو تو زیارت رسول ﷺ ہو اور زبان پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ ہو اور اس طرح دم واپسی ہو۔

3۔ ''مقام قبر'' :سب سے پہلے پوچھا جاتا ہے مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے) مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے) ابھی تیسرا سوال نہیں ہوتا کہ چہرہ رسول ﷺ سامنے آتا ہے جس کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے "اے بندے تیرا اس پر کیا ایمان تھا تیرا کیا گمان تھا"۔جس نے کہا ہا ہا تو اس کی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن گئی اور جس نے کہا محمد رسول اللہ (ﷺ) تو اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن گئی۔عاشق تو یہی خواہش کرتے ہیں کہ اگر قرآن کی سورت تبارک اللہ پڑھنے والے کے لیئے قبر میں آ کر اسے اپنے پروں میں لپیٹ لیتی ہے اور ملائکہ کو سوال و جواب نہیں کرنے دیتی تو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَتَ الْعٰالَمِيْنَ کے کیا معنی ہیں۔وہ تو قبر میں بھی آپ ﷺ کی تشریف آوری کے متمنی ہوتے ہیں۔

4۔ ''مقام قیامت'' : قیامت کے دن آپ ﷺ کے قرب میں سے عرش کے سایہ کے نیچے اٹھنا۔اس کی ہولنا کیوں اور ذلت سے بچنا، پل صراط کے مقام سے تیزی سے گذر جانا۔آپ ﷺ کی سر کردگی میں رب باری تعالیٰ جل جلالہ کو سجدہ کرنا کیونکہ آپ ہی امام انبیاء، امام رُسل اور امام کائنات ہیں۔

(۲۹) سورۃ قلم (۴۲) جس روز ایک ساق سے پردہ اٹھایا جائے گا تو انکو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا تو وہ اس وقت سجدہ نہ کر سکیں گے۔ (۴۳) ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہوگی حالانکہ انہیں (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سلامت تھے۔(۴۴) پس آپ مجھے اور اسے جو اس کتاب کو جھٹلاتا ہے چھوڑ دیجئے ہم انہیں بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لے جائیں گے انہیں علم تک نہ ہوگا۔

جو دنیا میں سجدہ نہیں کرتا تو وہ قیامت کے دن رب جل جلالہ کو سجدہ نہیں کر سکے گا۔دو حدیثوں میں اس طرح بیان ہے۔ پہلا یہ کہ جو سجدہ نہیں کرتا اس کی کمر تختہ بن جائے گی۔دوسرا یہ کہ اس کے جسم میں دھات کی سلاخ آجائے گی اور وہ جھک نہیں سکے گا۔التجا ہے کہ آپ اب بھی اپنی نماز کو شروع کر لیں۔آپ دنیا میں تو رسول ﷺ کے وقت پیدا نہیں ہوئے اور نہ ہی انکے پیچھے کوئی موقع مل سکا۔اب قیامت کے دن ہی انتظار ہے کہ کب موقع ملے اور اس دنیا میں سجدہ شروع کر لیں تا کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی سر کردگی میں سجدہ ریز ہو سکیں۔آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہونا اور آپ ﷺ کے ہاتھوں سے آب کوثر ملنا۔

5۔ ''دیدار الٰہی'' : قرآن پاک میں جہاں کہیں ملاقات کے بارے میں ذکر آیا وہاں ملاقات باری تعالیٰ جل جلالہ بھی قیامت کے دن بیان کی گئی ہے ۔جو لوگ اس دنیا میں اللہ جل جلالہ کی ملاقات کے طلبگار رہیں ان کو اللہ جل جلالہ کی ملاقات ہو کر رہے گی۔حدیث پاک میں اس طرح بیان ہے کہ جب آپ ﷺ نے دیدار باری تعالیٰ کی بات کی تو صحابہء کرام نے عرض کی۔کیا ہم اللہ جل جلالہ کو دیکھیں گے۔آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم انکار کرتے ہو کہ روزانہ سورج نہیں نکلتا۔ تو عرض کی کہ انکار نہیں کرتے۔کیا چودھویں رات کا چاند نہیں نکلتا۔عرض کی انکار نہیں کرتے۔ تو آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا جیسا کہ تم روزانہ سورج کے نکلنے اور چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے کا انکار نہیں کرتے تو قیامت کے دن تم انکار نہیں کر سکو گے کہ رب باری تعالیٰ جل جلالہ کو نہیں دیکھا۔ہر نماز کے بعد عرض کیا کرو ''اے اللہ جل جلالہ تو نے دنیا میں مجھ پر اتنے احسان کئے جنہیں میں نہیں گن سکتا'' قیامت کے دن ایک اور احسان فرمانا۔تیری بہترین ملاقات کا طلبگار رہوں اپنا دیدار نصیب فرمانا۔آمین! (تین دفعہ دہرائیں)۔

نماز کے بعد ایک اور دعا مانگتے رہیں اے اللہ جل جلالہ میں تجھ ہی سے تجھ کو تیرے رسول ﷺ کو (شفاعت) اور دعاؤں کی قبولیت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مانگتا ہوں عطا فرما۔آمین! (تین دفعہ دہرائیں)۔

محتاجی سے بچنے کیلئے ایک اور دعا مانگیئے ۔اے اللہ جل جلالہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کسی کا محتاج نہ ہونے دینا۔اس کا کیا محتاج ہونا جو خود تیرا محتاج ہے اپنا محتاج رکھ (تین دفعہ دہرائیں)۔ایک اور دعا یہ ہے اے اللہ جل جلالہ دنیا میں رسول ﷺ نے جتنی بھی تجھ سے دعائیں مانگیں اس کے ثمرات سے مجھے اور امت رسول ﷺ کو نواز دے۔آمین! (تین بار دہرائیں)۔

التجا گو: رانا محمد ذوالفقار علی (خادم امام برّی شاہ عبداللطیف سرکار (اسلام آباد)، ڈپٹی کمشنر انکم ٹیکس **(Ret)**

ایڈریس رہائش: برلاس سٹریٹ، الشفاء ہسپتال (بالمقابل جیون ہوٹل، کشمیر روڈ پکا گڑھا سیالکوٹ

موبائل : 0300-9612209 ، 0321-6147630

Please don't forget to visit

Website: www.thenur.info To See Other Things

Composed By: Shakeeb Mir (0333-8609103)